امام خمینی (رح) کی عاشورائی ولایت اور اسلامی انقلاب کا سلسلہ

عباس ایزد پناہ

مقدمہ :

اسلام کی فکری اور اجتماعی تحریک تمام ثقافتی بنیادوں اور فردی و اجتماعی اقدار کو دگرگوں کر دیتی ہے اور اسے انسان کے حقیقی کمال اور سعادت کی سمت رہنمائی کرتی ہے۔ چونکہ اصل قیادت (کہ اسلامی ثقافت میں اسے امامت، خلافت اور ولایت سے تعبیر کیا جاتا ہے) اس تحریک کے تاسیس میں زیادہ سے زیادہ کردار ادا کرتی ہے، واضح ہے کہ ان آئین کی اجتماعی تعلیمات اور معارف کے سر فہرست واقع ہو۔

اس موضوع کے بارے میں قدیم الایام سے متکلمین، فقہاء، عرفاء، مفسیرین اور جوامع روائی کے شارحین، مورخین اور اسلامی معاشرہ شناس افراد نے بہت کچھ بیان کیا ہے لیکن اس حقیقی اصل اور اساس کی آفاقی وسعت کے پیش نظر آشکار ہوتا ہے کہ "آنکھوں کو پھر سے دھرنا چاہئے اور ایک دوسرے نقطہ نظر سے نگاہ کرنا چاہئے"۔ اگرچہ ولایت کی ساری حقیقت حضرت حق کی ذات اور صفات اور اس کی آخری آسمانی کتاب کی طرح طائر فکر و تخیل کی پرواز سے باہر ہے اور تمام آفاق میں پرواز کرنا فکر و نظر کی حیرت اور دہشت میں اضافہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ایران کا اسلامی انقلاب عاشورائی فکر کی پیداوار ہے کہ امام خمینیؒ کے عاشورائی ولایت کے آئینہ میں پروان چڑھا ہے۔ اب بلاتردید یاد دلایا جاسکتا ہے کہ تاریخ بشریت کی اس عظیم مخلوق کا رونما ہونا اور اس کی بقا نبی اکرمؐ اور اہلبیت عصمت و طہارتؑ کی حقیقت ولایت تک پہنچے بغیر ممکن نہیں ہے۔

موجودہ مقالہ اسلامی انقلاب کی حقیقت اور اس کی بقا کا تجزیہ کرنے والوں کے سامنے ایک باب کھولنے والی کوشش ہے۔ اس مقصد تک رسائی کے لئے ہم دو محور پر بحث کریں گے : ثقلین کے آئینہ میں ولایت کی وسعت اور امام خمینیؒ کے عاشورائی انقلاب کا انقلاب کی بقا کے ساتھ رابطہ۔

ا۔ ثقلین کے آئینہ میں ولایت کی وسعت :

ولایت لغت میں دو چیز کے نزدیک ہو اور ان کے درمیان فاصلہ نہ ہونے کے معنی میں ہے اور قرآن وسعت کی اصطلاح میں ۔ کبھی محبت اور دوستی کے معنی میں ہے اور اکثر سرپرستی یک طرفہ یا دوطرفہ اور صاحب اختیار ہونے کے معنی میں استعمال ہوا

ہے[1]۔ جیسا کہ اس کے بعد ذکر کیا جائے گا کہ ولایت سب سے پہلے مفہوم میں لازمی شرط بلکہ سرپرستی اور صاحب اختیار کے معنی میں ولایت کے حصول اور تحقق کی اہم ترین شرط ہے، جو چیز اہم ہے وہ یہ ہے کہ ولایت کے حدود (دوسرے مفہوم میں) نبی اکرمؐ اور اہلبیتؑ کی ولایت کی حدود میں واضح ہو جاتا ہے تاکہ اس کے پرتو میں "اہم ترین فریضہ ہونے" اور "فرائض کی کلید" ہونے کا فلسفہ اور کلی طور پر ہماری ولی اللہ، خلیفۃ اللہ اور امام المسلمین سے جو توقع اور امید ہے، حاصل ہو جائے[2]۔

اکثر شیعہ متکلمین نے (اہلسنت کی طرح) امامت کی "ریاسة عامة فی امور الدین و الدنیا نیابة عن النبیؐ" یہی معنی کیا ہے۔ لیکن اس مقام پر فائز ہونے کی بحث میں خدا کی جانب سے اصل انتصاب اور امام کی صفات کی بحث میں اصل عصمت اور بالاتر علم پر تاکید کیا ہے۔

تھوڑا غور و فکر کرنے سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اہل کلام کے یہ خصوصیات اور ان کی نظر منصب امامت کو اپنانے کی کیفیت کے بارے میں یا امامت کے بارے میں ان کی تعریف سے چنداں تناسب نہیں رکھتا۔

کیونکہ اہلسنت مفہوم امامت سے عصمت اور بالاترین علم اور انتصاب الٰہی کو قبول نہ کرنے کے باوجود ایک جیسی سمجھ رکھتے ہیں۔ پس مذکورہ تعریف جامعیت کے باوجود مانعیت کی حامل نہیں ہے۔ دوسری طرف سے شیعہ متکلمین ولایت کی حدود کے سلسلہ میں اہلسنت کی کتابوں میں موجود اسی جنبہ امامت پر تاکید کرتے ہیں کہ امام خصوصیات اور اس کی خدا کی طرف سے انتصابی ہونے کے مباحث سے سازگار نہیں ہے۔ شاید شیعہ متکلمین کے کلام میں مشکلات کا یہ سلسلہ وہاں سے پیدا ہوا ہے کہ بہترین مباحث اہلسنت کے جوابات دینے کے لئے ذکر کئے ہیں۔ نہ قرآن اور معصومین علیہم السلام کی سنت میں ولایت اور خلافت کی حقیقت کو کشف کرنے کے لئے۔

فطری بات ہے کہ فقہا بھی شرعی احکام کا استنباط کرنے کے لئے اہتمام کرتے ہیں اور ولایت کو زیادہ تر سیاسی فقہ کے حدود اور اجتماعی زاویہ نظر سے مورد توجہ قرار دیتے ہیں احکام کے مآخذ کی نسبت شیعہ فقہا کی تحلیل سے دریافت کیا جا سکتا ہے کہ اہلبیتؑ کی فکری ولایت اور علمی مرجعیت ان کے نزدیک بلند و بالا مقام رکھتی ہے۔ جیسا کہ معصومینؑ کی روحانی اور اجتماعی ولایت ان کے نزدیک متفق علیہ ہے، لیکن اہلسنت کے فقہا (جیسا کہ اشارہ ہوا ہے) مذکورہ ولایت کے بارے میں اس وسیع حدود میں عقیدہ نہیں رکھتے، شیعہ فقہا کے درمیان جو چیز زیادہ سے زیادہ محل بحث اور اختلاف واقع ہوئی ہے، عصر غیبت میں ولایت فقیہ

---

[1]۔ مرحوم قی لکھتے ہیں: "فانی هو الفانی فی الله القائم به الظاهر باسمائه و صفاته تعالی و هی عطایته"۔ کبیہ، ملاحظہ ہو، یثربی، یحییٰ، سیر تکاملی و اصول و مسائل عرفان و تصوف، ص ۳۳۹ ایڈیشن تبریز یونیورسٹی۔

[2]۔ ملاحظہ ہو: مرحوم کلینی، اصول کافی، ج ۱، کتاب الحجۃ اور ج ۲، کتاب الایمان والکفر، باب دعائم الاسلام۔

کے حدود اور اس کے اختیارات ہیں۔

لیکن معصومینؑ قرآن اور سنت میں اور قضائے الٰہی کی ولایت کی طرف کم توجہی ان اختلاف میں کلیدی کردار رکھتی ہے۔

اس لئے ولایت فقیہ کے ابعاد و جوانب اور اس کی حقیقت کو اجاگر کرنے میں حضرت حق جلالہ شانہ کے اولیا اور انبیاء کی ولایت کی حقیقت اور اس کے اصول و ضوابط کی وضاحت بہت اہمیت کی حامل ہے۔

اہل تصوف کی ایک اعتقادی اصل ولایت و امامت ہے کہ اس کے حامل افراد "مرشد"، "پیر"، "خضر راہ"، "خلیفۃاللہ" یا "ولی اللہ" سے تعبیر کئے جاتے ہیں۔ وہ لوگ کہتے ہیں عرفانی سیر و سلوک اور وصل و فنا کے سرچشمہ تک رسائی ولی کامل کے حضور سراپا تسلیم ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے۔ ولیِّ حق، آئینۂ خدانما ہے۔ وہ ایسی ذات ہے جس کے اسماء اور صفات اللہ کے اسماء اور صفات میں فانی ہوگئے ہیں۔ بنابراین وہ فیض الٰہی میں واسطہ ہے۔ وہ ایسی ذات ہے کہ آدمی کے وجود کا تانبا اس کے تقرب اور ہمراہ کے پرتو میں سونا ہو جاتا ہے اور اس کی ولایت کے ساتھ وجود انسان کا لوہا آہن ربا" مقناطیس" میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس کی بارگاہ عظمت و جلال میں سراپا تسلیم ہونا سیر و سلوک کا ایک رکن ہے۔

عین القضاۃ کے بقول: جان لو مرید وہ ہوتا ہے جو خود کو پیر میں فنا کردیتا ہے اول دین کو اس کے بعد خود کو پست انسان کا دین ہارنا کیا ہوتا ہے؟ وہ ہوتا ہے کہ اگر پیر دین کے خلاف اس سے کوئی کام چاہے تو عمل کرے؛ کیونکہ اگر پیر کی موافقت میں اپنے دین کے خلاف نہ جائے تو ابھی تک اپنے دین کا مرید رہا ہے نہ کہ پیر کے دین کا...[1]۔

جو کچھ اہل تصوف اور عرفان کی تعلیمات میں خلیفہ، ولی اللہ، اور پیر وغیرہ کے مفہوم کی تعریف سے حاصل ہوتا ہے زیادہ تر روحانی اور معنوی ولایت پر تاکید کرتا ہے کہ طریق حق کا سالک اس سے غافل نہ رہے، لیکن توجہ رکھنی چاہئے کہ اس رخ سے اجتماعی اور سیاسی پہلو کا رنگ پھیکا پڑ گیا ہے۔ بلکہ کلی طور پر رنگ کھو چکا ہے اگرچہ نظر سے دور نہیں کر سکتا کہ اہل عرفان حقیقت ولایت اور خلافت کی توضیح میں دوسروں سے زیادہ کردار ادا کیا ہے۔ پس ہم امام خمینیؒ کے بلند و بالا عرفان کے آئینہ میں تجلی ولایت کے سلسلہ میں مختصر طور پر نظریات پیش کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ اس دنیا میں ولایت کے تمام ابعاد و جوانب اور سارے حدود ایک کامل وحدت پر پہونچتے ہیں اور کوئی بھی حد دوسری حکومت کے حدود کی قیمت ادا نہیں کرے گی۔ امام خمینی رح کے بلند عرفان میں اجتماعی ولایت، فکری اور علمی امامت سے اٹوٹ رابطہ رکھتی ہے۔ جیسا کہ معنوی اور روحانی

---

[1]۔ عین القضاۃ، تمہیدات، ص۹۹، ایڈیشن منوچہری۔

ولایت اور عرفانی تزکیہ علمی اور اجتماعی ولایت سے ناقابل جدائی ہے۔اب ہم اس کا فیصلہ ثقلین کے ذمہ چھوڑتے ہیں۔

قرآن اور سنت کی روشنی میں:

قرآن کی روشنی میں کامل انسان کہ اس کا نمایاں مصداق ولی اللہ ہے۔کی پانچ خصوصیات ہیں: خداوند عالم سے زبردست عشق و محبت اور اور اس کے خاص اولیا سے، تعقل اور معرفت برتر (علم عالی) بالاترین قدرت اور توانائی، کثرت کے باوجود وحدت (اجتماع اور اس کے اثرات کے ساتھ ساتھ) اقدار مخالف جنگ یا انقلاب[1]۔

قرآنی انسان کامل کا عینی مصداق اور بہترین نمونہ رسول اکرمؐ ہیں کہ قرآن کریم آنحضرتؐ کی ولایت کی وسعت کو تین حدود میں جانتا ہے: فکری ولایت کہ وہ دین کے مجهول اور ناشناختہ ابعاد کے تعارف اور اسے تحریف سے دور رکھنے کا نام ہے؛ جیسے "و یعلم الکتاب و الحکمۃ"[2] یا "ما آتاکم الرسول فخذوہ و نہاکم عنہ فانتھوا"[3] جو پیغمبرؐ کی ذات اقدس تمہیں دے اسے لے لو اور جس چیز سے تمہیں منع کریں اس سے بچو۔یہ حدود سورہ بقرہ، آیت ۱۵۵، سورہ آل عمران، آیت ۴۸، سورہ بقرہ، ایت ۱۲۹، سورہ بقرہ، آیت ۱۶۴، سورہ آل عمران، آیت ۴۴، سورہ نحل، آیت ۱۵، سورہ مائدہ آیت ۴، اور سورہ ابراہیم جیسی آیات میں مورد تاکید واقع ہوا ہے۔

دیگر حدود، معنوی اور روحانی ولایت ہے، یعنی قرآن کریم نے حضرت کو اخلاقی، عرفانی سیر و سلوک میں مرشد اور مرجع اور موجودات میں تکوینی تاثیر پر قادر قرار دیا ہے۔جیسے "تتلوا علیکم آیاتنا و یزکیکم"[4]۔

تیسری حد؛ سیاسی ولایت اور اجتماعی رہبری ہے جیسے "اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول"[5]؛ "النبی اولی بالمومنین من انفسھم"[6]؛ "و اطیعوا الرسول و لا تبطلوا اعمالکم"[7]۔

مذکورہ حدود کہ اللہ کی ولایت مطلقہ کی تجلی ہے وہ حدیث ثقلین، حدیث غدیر (اور دیگر روایات کی روشنی میں) آنحضرت صلیاللہعلیہوآلہوسلم کی عترت میں جاری و ساری ہے۔ حضرت صلیاللہعلیہوآلہوسلم نے حدیث متواتر ثقلین میں عترت کی قرآن سے جدائی کو ناممکن بتایا ہے یعنی قرآن کی شرح اور وضاحت اور اس کا عملی اجراء عترت کی فکری، روحانی اور اجتماعی ولایت کے

---

[1]۔ رجوع کیجئے: مقالہ "عرفان متعالی امام خمینیؒ پرتوی از عرفان حسینی" پہلی کانفرنس مقالات کے سلسلے سے۔

[2]۔ جمعہ، ۲۔

[3]۔ حشر، ۷۔

[4]۔ بقرہ، ۱۵۱۔ توبہ، ۳۔ جمعہ، ۲۔

[5]۔ نساء، ۵۹۔

[6]۔ احزاب، ٦۔

[7]۔ نساء، ۱۰۵۔

بغیر ممکن نہیں ہے اور حدیث غدیر میں بھی جہاں پر فرمایا: "من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ..." لفظی اور آشکار مقامی قرینہ کی بنیاد پر ولایت کے سہ گانہ حدود سے مراد آنحضرتؐ ہیں۔ یعنی وہ ذات کہ میں اب تک اس کا دین شناسی میں فکری مرجع، شریعت کے اجراء میں ولی امر اور اس کے سیر و سلوک میں مرشد و مربی تھا، اب اس کے یہی سب کچھ علی مولا ہیں۔

مذکورہ حدود نے اہلبیتؑ کی رفتار اور گفتار میں ایک خاص شان اور مقام پیدا کیا ہے، ان روایات کا ایک گروہ اہلبیتؑ کے علم، قدرت اور بلند ترین عصمت پر دلالت کر رہا ہے اور بعض ان صفات کے جلووں پر (کہ ولایت کے حدود ہیں) دلالت کر رہے ہیں۔ نہج البلاغہ کے دوسرے خطبہ میں اہلبیتؑ کو "دین کا رکن"، "یقین کا ستون"، "فکر و عملمیں محور ہونا"، "پیغمبرؐ کی خاص ولایت اور وراثت کا مالک"، "دین خدا کا محکم اور اٹل پہاڑ" اور "دین کے محافظ اور نگہبان" وغیرہ کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے۔

اہلبیتؑ کے بارے میں زیارت جامعہ کبیرہ میں بھی یہ خصوصیات مشاہدہ ہوتی ہیں: "و فاز الفائزون بولایتکم" کامیاب لوگ آپ کی ولایت کی بدولت کامیاب ہوئے ہیں۔

"بموالاتکم علمنا اللہ معالم دیننا و اصلح ما کان فسد من دنیانا"۔ آپ کی ولایت کی بدولت خدا نے ہمارے دینی حقائق اور اصول ہمیں تعلیم دیئے اور جو کچھ ہماری دنیا سے تباہ و برباد ہو گیا تھا اسے سر و سامان بخشا۔

"من احبکم فقد احب اللہ" جس نے آپ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی... اور جس نے آپ کی ولایت کے سامنے سراپا تسلیم ہو گیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے آپ سے دشمنی کی ہلاک ہوا۔

"فالراغب عنکم مارق و اللازم لکم لاحق و المعصر فی حقکم زاھق"۔ جس نے آپ سے منہ موڑا وہ دین سے خارج ہو گیا اور جس نے آپ کی ولایت تسلیم کی وہ مقصد تک پہونچ گیا اور جس نے آپ کے حق میں کوتاہی کی وہ ہلاک ہو گیا۔

حضرت علیؑ نے مختصر جملوں میں اولیاءے حق کے خصوصیات اور ان کی ولایت کے حدود بیان کئے ہیں کہ ارشاد ہوتا ہے:
خدا کے اولیاء وہ لوگ ہیں جو دنیا کے باطن پر نظر رکھتے ہیں جب لوگ اس کے ظاہر کو دیکھ رہے ہوں اور آنے والے کل پر نظر رکھتے ہیں جب کہ لوگ آج میں سر گرم ہیں۔ پس وہ لوگ جس چیز سے ڈرتے ہیں کہ وہ انہیں مار ڈالے گی تو انہوں نے اسے مار ڈالا ہے اور جس کے بارے میں جانتے ہیں کہ وہ عنقریب انہیں ترک کر دے گی اس سے کنارہ کشی کر لی ہے وہ لوگ دنیا سے دوسروں کی زیادہ طلبی کو معمولی چاہت اور اس پر قبضہ کرنے کو ہاتھ سے جانا سمجھتے ہیں۔ اس چیز کے دشمن ہیں جس سے لوگوں نے اپنا دوست بنالیا ہے اور جس سے لوگ دشمنی کرتے ہیں (ناپسند کرتے ہیں) ان سے وہ لوگ دوستی کرتے ہیں۔ "بھم علم الکتاب و بہ علموا و بھم قام الکتاب و بہ قاموا" خدا کی کتاب ان کے ذریعہ بیان کی جاتی ہے اور خود بھی اس سے آگاہ ہیں اور

ان کے ذریعہ کتاب خدا پر عمل ہو گا اور خود اس پر عمل پیرا ہیں[1]۔

مولا نے ان جملوں میں اہل ولایت کی اہم ترین خصوصیت کو نفس امارہ، خود پسندی، زیادہ طلبی اور اوہام و خیال پر ولایت ذکر کی ہے، اس کے بعد صاحبان دین اور سیاسی اور اجتماعی ولایت پر فکری اور علمی ولایت کی معراج اور اس کا راز و رمز جانا ہے۔ یعنی جہاں پہ ارشاد ہوتا ہے: "خدا کی کتاب ان کے ذریعہ پہچانی گئی" فکری ولایت اور علمی مرجعیت کی وجہ سے اور جہاں پر ارشاد ہوتا ہے: "ان کے ذریعہ کتاب الٰہی پر عمل ہوا" تو یہ ان کی سیاسی، اجتماعی اور معنوی و روحانی ولایت اور ان کے تربیت اور تزکیہ نفوس میں زبردست توانائی کی طرف اشارہ کر رہا ہے[2]۔

امام حسینؑ اور نبوی علوی ولایت کا احیاء:

نظریات کی تحقیق اور بررسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں نے اسلامی ولایت اور خلافت کو صرف اور صرف آسمانی قلمداد فرمایا ہے۔ جیسا کہ بعض اسلامی فرقے اسے زمینی سمجھتے ہیں۔ لیکن ثقلین کی تعلیمات کی روشنی میں ولایت اور خلافت کے دو پہلو ہیں: آسمانی اور زمینی، اس کا آسمانی پہلو زمینی پہلو کے ساتھ ملا ہوا ہے اور اصولی طور پر رسالت، امامت اور ولایت خدا اور خلق یا آسمان و زمین کے درمیان رابطہ ایجاد کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد ولایت کی رسی تنزلزل کا شکار ہوئی اور حوادث کے گرداب میں گھر گئی اور اہلبیتؑ کی سب سے پہلی سیاسی اور اجتماعی ولایت قطع ہو گئی۔ نتیجہ کے طور پر ان کی فکری ولایت یا علمی مرجعیت اور معنوی و روحانی ولایت کا بھی (مرحلہ عمل میں آنے کے لحاظ سے) رنگ پھیکا پڑ گیا۔ یہاں تک حضرت علیؑ نے پیشنگوئی فرمائی: "اس زمانہ کے لوگ بھیڑیئے، ان کے حکّام درندے، ان کا ماتحت افراد لقمہ اور محتاج لوگ مردے ہیں..." "و لبس الاسلام لبس الفرو مقلوبا"[3] اور اسلام پر الٹی کھال چڑھائی جائے گی۔

یہ پستی اور انحطاط کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہا اور یزید (لعین) کی حاکمیت کے زمانہ میں اپنے شباب کو پہونچ گیا یعنی نبی اکرمؐ کی ولایت اپنے تمام فکری، معنوی اور اجتماعی پہلوؤں کے ساتھ محو اور نابود ہو گئی اور ولایت مطلقہ کے طور پر زمین کے رنگ میں رنگ گئی کہ امام حسینؑ نے اس کی توصیف میں فرمایا ہے: "ان السنۃ قد امیتت و ان البدعۃ قد احییت"[4]۔

سنت (نبی اکرمؐ کی ولایت مردہ ہو گئی ہے، بدعت زندہ ہو گئی ہے، باالفاظ دیگر یزید خالص نبوی اسلام کی وضاحت کرنے اور اسے اجاگر کرنے اور روشن کرنے کے بجائے اموی اسلام کو جو تفوق طلبی، لذت جوئی، ذلت پذیری اور دنیاوی دین ہو چکا تھا کو

---

[1]۔ نہج البلاغہ، شہیدی، حکمت ۴۳۲۔

[2]۔ ملاحظہ ہو، امام خمینیؒ مصباح الہدایۃ، ص ۴۸، متن عربی، ایڈیشن موسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینیؒ۔

[3]۔ نہج البلاغہ، شہیدی، خطبہ ۱۰۸۔

[4]۔ موسوعۃ کلمات الامام الحسین علیہ السلام، ص ۳۱۵ اور ۳۱۶، تاریخ طبری اور بحار الانوار۔

رواج دے رہا تھا اور یہ بات واضح ہے کہ ایسے آئین میں روحانیت اور تزکیہ نفس کی کوئی گنجایش ہی نہیں رہ جاتی۔

اجتماعی اور سیاسی ولایت کے رخ سے بھی ظالمانہ اور موروثی سلطنت نبوی خلافت اور علوی امامت کی جگہ آ گئی۔ سرکار سیدالشہداء حضرت امام حسینؑ تینوں ہی حدود میں زندہ کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے اپنے جد رسول خداؐ اور عارفوں کے مولی اپنے بابا حضرت علیؑ کی سنت اور سیرت کو زندہ کریں کہ وہی اولیاء کی ولایت مطلقہ ہے۔

پس یہ کہا جا سکتا ہے کہ پورے کا پورا خطبہ، خطوط اور حضرت امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب و انصار کی دلیرانہ رفتار اسی اصل اور خواب کی تفسیر میں قابل تفسیر ہے۔ یعنی حضرت امام حسینؑ جہاں پر ارشاد فرماتے ہیں: "ان السنۃ قد امیتت و ان البدعۃ قد احییت" یا "و علی الاسلام السلام، اذ قد بلیت الامۃ براع مثل یزید"[1] یا "ارید ان امر بالمعروف و انھی عن المنکر، اسیر بسیرۃ جدی و ابی علی بن ابی طالبؑ"[2] کلی اور اساسی سوق الجیشی کی تحریک پر ناظر ہے۔ (نبوی اور علوی ہمہ جانبہ اور ولایت مطلقہ کا زندہ کرنا) اور جہاں پر ارشاد ہوتا ہے: "ذالک بان مجاری الامور و الاحکام علی ایدی العلماء باللّٰہ الامناء علی حلالہ وحرامہ"[3] بے شک امور اور احکام الٰہی کا جاری ہونا علماء ربانی کے ہاتھوں میں ہے کہ اس کے حلال و حرام کی روشنی میں اس کے امین ہیں۔ یا "ایھا الناس ان رسول اللہ قال من رای سلطانا جائرا مستحلا لحرام اللہ..."[4] نبی اکرمؐ کی اجتماعی ولایت کی طرف ناظر ہے۔

یہ ولایت اکسیر معرفت اور محبت کی راہ (کہ سیر و سلوک اور معرفت کا نتیجہ ہے) سے آنخضرت کے اصحاب و انصار تک بھی منتقل ہوئی ہے اسی طرح سے کہ تانبا سونا کے ساتھ اختلاط رکھنے کی وجہ سے گوہر بن جاتا ہے یا لوہا معدن سے قریب ہونے اور ربط رکھنے کی وجہ سے مقناطیسی چومبک ہو جاتا ہے۔

سرکار حضرت سید الشہداء امام حسینؑ کے سارے کے سارے اصحاب و انصار جام ولایت کے ساقی سے سرمست ہو چکے تھے۔ اسی لئے حقائق کو کچی اینٹ میں تلاش کرتے تھے کہ دوسروں کو آئینہ میں بھی نظر نہیں آتا تھا۔ مدیریت اور ادارہ کرنے کی خاص صلاحیت کے حامل تھے (اور ہیں) کہ دوسرے اس پر رشک کریں۔ البتہ ان کے درمیان حضرت ابوالفضل العباسؑ اور حضرت زینبؑ سالار شہیدان کی زیادہ سے زیادہ معرفت اور محبت کی مالک ہونے کے لحاظ سے حضرت امام حسینؑ کے دیگر اصحاب و انصار کی نسبت بلند و بالا مقام و منزلت کے حامل تھے۔ اسی وجہ سے آزاد انسانوں کے سید و سردار اصحاب کی تعظیم و تکریم کے علاوہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا اور حضرت ابوالفضل العباسؑ کی جانب خاص توجہ رکھتے تھے، پس حضرتؑ کے اصحاب حسین نما آئینہ تھے۔

---

[1] ۔ وہی، ص ۲۸۴؛ الفتوح، مقتل خوارزمی۔

[2] ۔ وہی، ص ۲۹۱، بحار الانوار اور مناقب ابن شہر آشوب۔

[3] ۔ وہی، ص ۲۷۶؛ تحف العقول اور بحار الانوار۔

[4] ۔ ملاحظہ ہو، طبری، ۳۰۰؛ کامل ابن اثیر ۳، ۲۸۰ اور حسین بن علی علیہ السلام کے خطبے مدینہ سے کربلا تک، صادق نجمی، ص ۱۴۸۔

جیسا کہ خود آنحضرتؐ علی نما آئینہ تھے۔

اب ہم اس ولیّ الٰہی کے عاشق امام خمینیؒ کی ولایت کا جائزہ لے رہے ہیں اور آپ کے عاشورائی تحریک سے رابطہ کے تسلسل کو بیان کر رہے ہیں۔

۲۔ امام خمینیؒ کی عاشورائی ولایت اور اسلامی انقلاب کا تسلسل:

اسلامی انقلاب ولایت حسینی کے سمندر کا زلالی اور صاف و شفاف چشمہ ہے کہ امام خمینی کی ولایت کے جوش مارتے ہوئی نہر کے راستہ سے تاریخ انسانیت کے وسیع اور عریض صحرا میں جاری ہوا ہے۔ اب دیکھنا چاہئے اس ولایت کی حقیقت اور اس کا فلسفہ اور ان کا حضرت حق، انبیاء الٰہی اور اہلبیت کی ولایت سے رابطہ کس طرح تھا؟ پھر اس کے بعد ہم اسلامی انقلاب کے تسلسل کے ساتھ امام کی ولایت کے ڈھانچے کی طرف نظر ڈالیں گے۔

ا۔ امام خمینیؒ کی ولایت کا فلسفہ اور حقیقت:

ولایت کی حقیقت کا ادراک کرنے کے لئے اس کے وجودی فلسفہ کا درک کرنا ضروری ہے اور جب بھی فلسفہ ولایت کی بات آتی ہے غالبا دو مفہوم مد نظر ہوتا ہے: ایک یہ کہ اس کے لازمی ہونے کی علت اور دلیل کیا ہے؟ اور دوسرے یہ کہ ولایت کے تقق کے ارکان کون کون ہیں؟ بالفاظ دیگر مقام ولایت تک کیسے پہونچا جا سکتا ہے؟

صاحبان تحقیق پہلے سوال کا جواب فلسفہ نبوت سے متعلق سوال کے جواب کا جواب جانتے ہیں، کیونکہ پیغمبرؐ کی رحلت کے بعد (دین کے کامل ہونے کی وجہ سے) صرف نبوت خاصہ اور وحی کے ابلاغ میں رسالت اس کے سمجھنے کے بعد منقطع ہو گئی لیکن نبوت عامہ اور ولایت مطلقہ کا سلسلہ جاری رہا اور کسی عصر و زمانہ میں اس کا تسلسل نہیں ٹوٹا[1]۔

مرحوم قیصر انبیاءؑ کی بعثت کی حکمت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"فالنبی بالولایۃ یاخذ من اللہ او من الملک المعانی التی بھا کمال مرتبتہ فی الولایۃ و النبوۃ یبلغ ما اخذہ من اللہ (بواسطہ او لا بواسطہ) الی العباد و یکلمھم بہ"[2]۔

پس نبی خدا کی جانب سے یا ملک کی جانب سے ولایت کے ذریعہ معانی اور مفاہیم ک۔ دریافت کرتا ہے۔ کہ اس کی ولایت اور نبوت میں اس کے مقام اور کمال منزلت کا موجب ہوتا ہے۔ اور نبوت کے سہارے اس نے جو کچھ (براہ راست یا بالواسطہ) حضرت حق سے دریافت کیا ہے، اسے بندوں کو ابلاغ کرتا ہے اور ان سے گفتگو کرتا ہے۔ بالفاظ دیگر دیگر مخلوق کے لئے حضرت

---

[1]۔ ملاحظہ ہو، اصول الکافی، ج ا، کتاب الحجۃ، باب "الفرق بین الرسول والنبی والحدث"، ص ۱۳۴، ایڈیشن اسماعیلیان۔

[2]۔ یثربی، یحییٰ، سیر تکاملی واصول و مسائل عرفان، ص ۳۱۶، ایڈیشن تبریز یونیورسٹی۔

حق سبحانہ کی تجلی کی خاطر یا خود خدا مخلوقات کے مرتبہ پر آئے یا پھر مخلوقات خدائی مرتبہ تک جائیں اور صعود کریں۔ یا پھر انسانوں کے درمیان کچھ لوگ معنوی اور روحانی اعتبار سے اتنا بلند ہوں کہ خدا اور اس کے مخلوق کے درمیان واسطہ ہو سکیں۔ اور وحی الٰہی کو براہ راست یا بالواسطہ دریافت کریں اور خلق تک پہنچائیں۔

واضح ہے کہ معقول ترین راہ، آخری طریقہ ہے، بنا بر این ولیّ اللہ وہ شخص ہے جو اللہ کے تقرب کے سبب زمین میں اللہ کی ولایت اور ارادہ کا مظہر ہے وہ زمینی ہونے کے باوجود آسمانی ہے اور آسمانی ہونے کے باوجود زمینی ہے۔

حضرت علیؑ نے اللہ کی حجتوں کے اوصاف کے بارے میں فرمایا ہے: "صحبوا الدنیا با بدان اروحها متعلقہ باعمل الاعلی"[1]۔

ملا صدرا نے شواہد الربوبیہ کے پانچواں مشہد سے اشراق کے نویں عنوان کو "فی ان النبی جالس فی الحدالمشترک بین عالم المعقولات و عالم المحسوسات" قرار دیا ہے[2]۔

دوسری طرف سے یہ ولایت (جیسا کہ اہلبیت علیہم السلام کی روایات کا نص اور صاحبان عرفان کا بیان ہے) قابل انقطاع نہیں ہے کیونکہ دینی تفکر میں زندگی ڈالنا، دینی معاشرہ کی رہبری اور امامت اور عرفانی تربیت و تزکیہ پیغمبر اکرمؐ کی رحالت یا ولی کامل کے موصوم موجود نہ ہونے کی وجہ سے منقطع نہیں ہوتی بلکہ اس کا انقطاع طاغوت کی حاکمیت کے ملازم ہے۔ حضرت علیؑ کی فرمائش کے مطابق " اللّٰھم بلی لا تخلوا الارض من قائم اللہ حجۃ ... لئلا تبطل حجج اللہ و بیّناتہ"[3] زمین خدا کی حجت سے خالی نہیں رہے گی... تاکہ خدا کے دلائل اور بینات باطل نہ ہوں۔

رہا یہ سوال کہ ولایت کس طرح حاصل ہوتی ہے؟ اس سوال کا جواب "قرب نوافل" کی معتبر اور مشہور حدیث میں تلاش کرنا چاہئے کہ ارشاد ہوتا ہے: کوئی بندہ اس چیز کے مقابلہ میں کسی چیز سے زیادہ محبوب نہیں ہے مگر یہ کہ جو میں نے اس پر واجب کیا ہے اس کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا ہے۔ وہ بے شک نافلہ کے ذریعہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے تاکہ میں اسے دوست رکھوں اور جب میں نے اسے دوست بنا لیا تو میں اس کا کان ہوں جس کے ذریعہ سنتا ہوں اور اس کی آنکھ ہوں جس کے ذریعے دیکھتا ہوں۔ اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس کے ذریعہ بولتا ہوں اور اس کا ہاتھ جس کے ذریعہ تلاش و کوشش کرتا ہوں اگر مجھے بلاتا ہوں تو میں اجابت کرتا ہوں اور اگر مجھ سے کچھ طلب کرتا ہے تو میں اسے عطا کرتا ہوں..."[4]؛ یعنی صاحبان ایمان شناخت اور سیر و سلوک کے ذریعہ محب کے مقام سے محبوبین کے مقام تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک اس کے اندر آئینہ وار حضرت حق کے اسماء اور صفات تجلی کرتے ہیں اور اس کا ارادہ حضرت حق کے ارادہ میں فانی ہو جاتا ہے اور خداوند سبحان اس کی زبان سے تکلم

---

[1]۔ نہج البلاغہ، شہیدی، حکمت ۱۴۷۔

[2]۔ ملاحظہ ہو؛ الشواھد الربوبیہ؛ ص ۳۵۵ اور ص ۳۶۰۔

[3]۔ نہج البلاغہ، شہیدی، حکمت ۱۴۷-۱۴۸۔

[4]۔ اصول الکافی، ج ۲، متاب الایمان والکفر، باب "مناذیا لمسلمینواحتقرھم" حدیث ۷ اور ۸۔

کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا غضب خدا کا غضب اور اس کی رضا خدا کی رضا ہو جاتی ہے ، بالفاظ دیگر حضرت حق اور اس کے خاص اولیا سے اکسیر محبت (جو عبادات اور بلند و بالا اقدار میں رونما ہوتی ہے) اور ان کی معرفت باعث ہوتی ہے کہ آدمی کے وجود کا تانبا سونا بن جائے اور خلقت ولایت سالک کی قامت پر موزوں و مناسب آئے۔

ہاں، پیغمبرؐ کا ولایت کا زرین لباس تقرب کی وجہ سے آپ کے بے نظیر محبوب اور محب علی کی قامت پر منصب ہے۔ اور پھر آنحضرت کے بعد آئمہ معصومینؑ منصب ولایت کے لئے شائستہ ترین افراد کے عنوان سے منتخب ہوئے ہیں۔ اہلبیت علیہم السلام کی ولایت مطلقہ قابل انقطاع نہیں ہے۔ لہٰذا اولیٰ کامل کی عصر غیبت میں غیر معصوم اولیاء ہوں کہ پیغمبرؐ اور اہلبیت علیہم السلام کی احادیث میں علمائے ربانی کے عنوان سے پیغمبروں کے ورثہ لوگوں کے لئے ولی عصرؑ کی حجت پیغمبرؐ کے خلفاء اور جانشین ، رونما ہونے والے واقعہ میں مرجع ، اسلام کا قلعہ ، بدعت کو ختم کرنے والے اور تحریف سے ٹکر لینے والوں کے عنوان سے تعبیر کیا ہے۔

امام خمینیؒ آئمہ معصومینؑ کے بعد کامل نمونہ اور اولیائے الٰہی کی منحصر بہ فرد شخصیت ہیں۔ جو عصر حاضر میں ظہور میں آتی ہے۔ ان کی رفتار، گفتار اور شمائل اہلبیت علیہم السلام کے فضائل اور صفات کا آئینہ ہے؛ یعنی بلند ترین علم و عقل، حسینی انقلاب، حضرت معبود سے آتشی عشق اور فرد و معاشرہ کی اصلاح میں بلند ترین قدرت یا انفسی اور آفاقی انقلاب کی ایجاد (کہ اولیائے کامل میں اعلیٰ حد تک ہے) ان کی رفتار اور عادات اور شمائل میں بھی منعکس ہے۔

البتہ اولیائے غیر معصوم کی ولایت تین خصوصیات کے ساتھ اہل عصمت اور اولیائے کامل کی ولایت سے جدا ہے۔ تنقید قبول کرنا، نسبی ہونا اور تجزیہ کا امکان لیکن غیر معصوم کی ولایت نقد ناپذیر ہے، کیونکہ وہ فکر و عمل کے حدود میں مقام عصمت پر نہیں ہیں۔ بنا براین اپنی رفتار اور گفتار میں خطا کا امکان ہے اس بنا پر ان کی سیرت اور سنت کو بطور مطلق حجت نہیں جاننا چاہئے اور فکری اور اجتماعی اور اس کی معنویت ولایت کے حضور بطور مطلق تسلیم ہونا چاہئے۔ البتہ مجتہد کے فتوی پر عمل اور ولی فقیہ کی اطاعت کا لازمہ اجتماعی فرائض کے حدود میں اپنے خاص دلائل رکھتا ہے۔

نیز اس ولایت کا نسبی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ ایسے شخص کی پیدائش جو علم ، معنوی قدرت اور اجتماعی ولایت میں اس سے زیادہ کامل ہو ممکن ہے۔ لیکن ولی کامل سے آگے نہیں جا پا سکتا اور اس سے کامل تر نہیں ہوا جا سکتا۔

اور مولی العارفین کے خطبہ نمبر ۳، میں ہے "الیهم یفییء الغالی و بهم یلحق التالی"۔

تیسرا امتیاز، تجزیہ پذیری ہے ؛ یعنی انسان کامل ایک تمنائی اور نمونہ انسان کے تمام جمالیہ اور جلالیہ اسماء اور صفات کا کامل نمونہ اور آئیڈیل ہے لیکن غیر کامل ولی ممکن ہے انسان کامل کے بعض خصوصیات اور صفات نہ رکھتا ہو یا وہ صفت اس میں بطور کامل اور مطلوب انجام کو نہ پہنچے۔ لہٰذا واضح ہے کہ وہ تمام حدود میں صاحب ولایت نہیں ہو سکتا، مثال کے طور پر ممکن ہے دین شناسی کے پہلو سے شرائط کا حامل ہو۔ لیکن اجتماعی رہبری اور ولایت کے میدان میں یا توانائی ہی نہ رکھتا ہو یا اگر رکھتا ہو تو

ضروری شرائط نہ ہوں۔ صاحبان نظر پر پوشیدہ نہیں ہے کہ اس صورت میں ولایت کے تجزیہ اور اس کا اس کی صلاحیت کے حدود میں منحصر ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ لیکن غیر معصوم اولیاء کے درمیان ندرت سے ملتا ہے کہ ولایت کے شرائط کے حاصل ہونے کے لئے اولیائے کامل کی حد تک آگے بڑھے۔ اسی لئے ان کی گفتار ان کا کردار ایک دوسرا رخ پیدا کرے گا۔ وہ لوگ پیغمبرؐ کی روایات کے مصداق ہیں کہ: ''انّ الله عباداً لیسوا بانبیاء نغبطهم النبیون''[1]۔

بے شک اللہ کے کچھ بندے ہیں جو اولیاء تو نہیں ہیں لیکن ان پر انبیاء کو رشک ہوتا ہے۔ امام خمینیؒ اپنی معراجی زندگی میں اسی قسم کے ولی ہیں۔ جیسا کہ ولایت کے محافظ حق کے رہبر نے ان کی توصیف میں فرمایا ہے؛ امام خمینیؒ نے دنیا پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ فضائل حاصل کرنے اور خود کو الٰہی کرامتوں سے آراستہ کرنے میں آئمہ معصومینؑ کی حد تک بڑھنا کوئی افسانہ نہیں ہے[2]۔ اسی لحاظ سے امام خمینیؒ کو دیگر اولیاء کے ساتھ ایک درجہ میں نہیں رکھا جا سکتا، امام خمینیؒ اور دیگر اولیاء الٰہی کے درمیان فرق یہ ہے کہ امام کے اولیائے کامل کے افق سے زیادہ سے زیادہ قریب ہونے کی وجہ سے مطلق طور پر تمنائی اور کامل اسلامی انسان کا نمونہ کے عنوان سے معاشرہ کو بتایا جا سکتا ہے۔ اور بشریت کے لئے ان کو نمونہ قرار دینے کے لئے دعوت دی جا سکتی ہے۔ لیکن دیگر اولیاء کے الگو ہونے کو ہمیشہ ایک قید کے ساتھ قرار دینا چاہئے۔ مثال کے طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ''بو علی سیناؒ ابن رشد، یا محی الدین عربی اور مرحوم ملا صدراؒ آرمانی انسان اور نمونہ ہیں۔ بلکہ کہنا چاہئے کہ ابن سینا اور ابن رشد تعقل و برھان کے لحاظ سے اور ابن عربی محی الدین عرفان نظری کی توضیح دینے اور اسے روشن کرنے میں اور ملا صدرا عرفان، برھان اور قرآن کے درمیان وحدت ایجاد کرنے میں دین شناس افراد کا نمونہ ہیں۔ لیکن بطور مطلق دینی شناسی، اجتماعی ولایت، روحانی اثر و رسوخ اور امام خمینیؒ کی عرفانی ولایت اور آپ کی حسینی شخصیت کو اسلام کے تربیتی نظام کا نمونہ اور آئیڈیل سمجھا جا سکتا ہے؛ کیونکہ فضائل کی جاہلیت کے لحاظ سے اولیائے کامل کی حد میں ہیں۔ البتہ امام خمینیؒ کا بطور مطلق نمونہ ہونا (عصمت نہ ہونے کی وجہ سے) آپ کی گفتار اور کردار کے نقد پذیر ہونے سے منافات نہیں رکھتا ہے اور آپ کی عظیم شخصیت کے کمال کے نسبی ہونے سے منافات نہیں رکھتا۔

اسلامی انقلاب کی جڑوں کا علمی تجزیہ کرنے اور اس کا دینی اور غیر دینی انقلابوں سے موازنہ کرنے سے اس نکتہ تک رسائی ہو سکتی ہے کہ امام خمینیؒ کی عاشورائی ولایت اسلامی انقلاب کا سرچشمہ اور اس کو وجود بخشنے والا سبب ہے۔ یعنی اندرونی پیچیدہ حالات کے پیش نظر، دباو اور بے شمار بیرونی موانع کے ہوتے ہوئے اسلامی انقلاب کی کامیابی ولایت حسینی کے جو امام خمینیؒ کی آستین سے باہر آتی ہے کہ اعجاز کے سوا کچھ نہیں ہے۔ البتہ ایران کی عاشورائی امت کے جوش و ولولہ اور ایمان و یقین کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ یہ امام خمینیؒ کی معنوی اور روحانی کشش اور رحمانی نفس تھا کہ آپ نے

---

[1] ۔ اور آنحضرت سے دیگر روایات جیسے ''انّ من حفظ القرآن،قدا درجت النبوة بین جنبیه'' ملاحظہ ہو ملا صدرا، الشواهد الربوبیه، ص ۳۷۷ ایڈیشن یونیورسٹی کا شعبہ اشاعت۔

[2] ۔ سند تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے معنی کے لحاظ سے نقل ہوا ہے۔

تانبے کو سونا بنادیا اور عاشورائی امت کے جسم میں تازہ خون جاری کردیا اورآپ کی عرفانی اور انقلابی موج مارتی شخصیت کثرت میں بدل گئی پس جس طرح اعضاء وجوارح کے کردار کے باوجود اس کا اصلی کردار خداوند عالم اور خالق کائنات کی طرف سے ہے۔ اسلامی انقلاب کے وجود میں آنے کے بارے میں دیگر اسباب کے کردار کے باوجود زیادہ تر امام خمینی کی عاشورائی ولایت کا کرشمہ ہے۔

استاد مطہریؒ فرماتے ہیں: امام خمینیؒ کی آواز ثقافت کے دل، تاریخ کی گہرائیوں اور اس رات کی روح سے اٹھی تھی وہی عوام جنہوں نے پوری تاریخ میں محمدؐ، علیؑ، فاطمہ سلام اللہ علیہا، حسنؑ اور حسینؑ، زینب سلام اللہ علیہا، سلمان، ابوذرؓ اور دیگر سینکڑوں مرد اور عورت کا انقلاب سنا تھا اور یہ انقلاب ان کی روح کے ساتھ خمیر ہو چکا تھا، اس عوام نے وہی آواز اس مرد کی زبان سے سنی، علیؑ اور امام حسینؑ کو ان کے چہرہ میں دیکھا، ان کو اپنی ثقافت کا مکمل آئینہ دیکھا جس کی توہین کی جاچکی تھی۔انہوں نے لوگوں کے ضائع شدہ ایمان کو دوبارہ انہیں واپس کیا اور ان کو خود بخود مومن بنادیا...۔

اور آپ نے لوگوں کے امام حسینؑ کے اصحاب کے زمرہ میں شامل ہونے کی آرزو کو عملی جامہ پہنادیا تو عوام نے خود کو ایک ایسے میدان میں مشاہدہ کیا گویا کہ وہ حسینؑ کو اسی طرح دیکھ رہے ہیں۔۔۔ یہی وجہ ہوئی کہ لوگ یکسر اٹھ گئے اور ہر ظلم اور ستم کے خلاف آواز بلند کردی[1]۔

اب اس سوال کی گنجایش ہے کہ یہ علت محدثہ، اس کی بقا کی بھی علت ہے؟ بالفاظ دیگر یہ سبب کہ اسلامی انقلاب کے رونما کے جلووں میں سے ایک جلوہ ہے۔ انقلاب کا تسلسل اور اس کی بقا بھی اس کے دائمی وجود سے تعلق رکھتی ہے، یا یہ کہ یہ علت بقا کے مرحلہ میں جانشین ہونے والی علتوں کی قسم سے ہے۔ یعنی فکری، معنوی ولایت اور اجتماعی مظاہرہ سیاسی کے بغیر بھی امام اسلامی انقلاب کے مالک ہو سکتے تھے؟

۲۔ امام کی ولایت اور اسلامی انقلاب کا تسلسل:

استاد مطہریؒ اجتماعی عدالت، استقلال وآزادی اور اسلامی روحانیت کو اسلامی انقلاب کی بقا کا تین اصلی رکن جانتے ہیں اور اغیار کی افکار کے اثر ورسوخ، افراط کی حد تک جدت پسندی، انقلاب کو ادھورا چھوڑنا، فرصت طلب افراد کی رخنہ اندازی، مستقبل کے نقشوں میں پیچیدگی اور اخلاص و معنویت کا نہ ہونا انقلاب کی آفتوں کے عنوان سے جانے گئے ہیں[2]۔

اسلامی انقلاب کا جائزہ لینے والوں میں سے ایک فرد نے انقلاب سے مراد کو انقلاب کی تحریک اور اس راہ میں حرکت اور تحریک کے نتیجہ میں حاصل شدہ کمالاتی تبدیلیاں اور اس کی بقا" مطلوبہ کیفیت کے اثبات کرنے اور حاصل شدہ کمال اور تحریک کا تسلسل کارکردگی، سرگرمی اور ہر وہ کام جس سے انقلابی تحریک وجود میں آتی ہے۔ اور اس کی بڑھتی ترقی اور وسعت اور عوامی

---

[1]۔ اسلامی انقلاب کے بارے میں، ۹۴ اور ۹۵، ناشر جامعہ مدرسین قم۔

[2]۔ ملاحظہ ہو، وہی، ص ۱۱۴، آخری ۱۰۰ سو سالہ تحریکیں، ص ۸۷، ملا صدرا۔

مقبولیت اور اس کی تقویت باطل اور طاغوت کی زبان پر حق و باطل کا توازن درہم برہم ہو جاتا ہے" کے معنی میں ہے۔ جانتا ہے پھر بھی لکھتا ہے: انقلاب کی بقا آخری معنی میں (تحریک کی بقا، عمومیت اور باطل مخالف اسباب کی تقویت) چند بنیادی حرکتوں کا سبب ہے؛ جیسے:

۱۔ پاکیزہ نفسانی حالات کی ایجاد۔

۲۔ اعمال صالحہ۔

۳۔ دین میں تفقہ یا مکتب شناسی اور ان کی تعلیم دینا اور حاصل کرنا۔

۴۔ امر بالمعروف:

الف: ثقافت اور روح عطا کرنا۔

ب: ثقافت کو قبول کرنا کسی بات کو ماننے کا جذبہ پیدا کرنا۔

ج: حق قبول کرنا اور نصیحتوں کے قبول کرنے کے لئے آمادہ رہنا۔

۵۔ نہی از منکر:

الف: تولی و تبری۔

ب: انحراف و گمراہی کا مقابلہ کرنا۔

ج: فساد دور کرنا[1]۔

بے شک کمال کی طرف بڑھتے اسلامی انقلاب کی بقا میں مذکورہ بالا اسباب کا پایا جانا ضروری ہے لیکن اس بات سے غافل نہیں رہنا چاہئے کہ متحرک، محرک کے بغیر "ساکن" اور روح کے بغیر جسم "مردہ" اور خدا کے بغیر کائنات "معدوم" کچھ نہیں ہے۔ یہ اسباب اسلامی پیکر میں اس وقت اپنا کردار ادا کریں گے محرک یا وہ سپیدہ قلب یعنی ولیِ حق کی ولایت موجود ہو ورنہ کمال کی طرف بڑھتی حرکت کے سارے اعضاء وارا کین رُک جائیں گے۔

اسلامی انقلاب صرف اور صرف ایک قوی حکومت یا بے نظیر رفاہ عامہ کی سہولت کے لئے سیسٹم یا ترقی یافتہ علمی نظریات کی بنیاد پر سیاسی اور ثقافتی ڈھانچہ بنانے کی کوشش میں نہیں ہے؛ کیونکہ اس طرح کی تبدیلیاں اور توسیع دین اور دینی رہبر کے بغیر بھی ممکن ہے، بلکہ اسلامی انقلاب اپنے وجود اور بقا سے معاشرہ کو حیوانیت کے دائرہ سے خدا اور پیغمبرؐ، علیؑ، حسنؑ و حسینؑ کی طرح عروج عطا کرنا چاہتا ہے اور غریبوں کو روئے زمین کی امامت، وراثت اور خلافت کے مقام تک پہونچانا چاہتا ہے۔

واضح ہے کہ ایسے انقلاب کی بنیادیں سیاسی، اقتصادی، ثقافتی، فوجی اور اس کے تانے بانے اس کی قیادت کا سیسٹم دیگر انقلابوں اور نظاموں سے جداگانہ ہو گا پھر نہ اس کے عوامل حدوث اس کے مانند ہوں گے اور نہ ہی اس کے تسلسل کی بقا کے

---

[1]۔ ملاحظہ ہو، فارسی، جلال الدین، فلسفہ انقلاب اسلامی، ص ۴۲۶ اور ص ۴۲۷۔

اسباب اس طرح ہوں گے اس انقلاب اور دیگر انقلابوں میں جوہری فرق یہ ہے کہ اسلامی انقلاب اپنے وجود اور اپنی بقاء و تسلسل دونوں میں ولایت الٰہی پر مبنی ہے، جیسا کہ ارزشی نظام کے حدود میں یہ توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ انقلاب اسلامی اقدار پر مبنی نظام انسانیت اور اس کے سیاسی نظام مغربی جمہوریت اور اس کا اقتصاد اور اس کی معاشی حالت کا سرمایہ داری یا سوشلزم سے سازگار ہوگا۔

رہبری اور قیادت کے نظام کے حدود میں بھی اپنا خاص چہرہ اور اپنی خاص پہچان رکھے گا، کیونکہ ہر تحریک کی قیادت ورہبری اس تحریک کے خوابوں اور اس کے اصول کے مطابق ہو۔ پس جو چیز بقاء کے اسباب کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے سارے کا سارا انقلاب کے عالم ملک سے تعلق رکھتا ہے کہ ملکوت پر ولی بر حق کی ولایت استوار ہو۔

ایران میں اسلامی انقلاب کے وجود میں آنے کی سب سے بڑی وجہ امام خمینیؒ کی عاشورائی ولایت کا تسلسل تھا۔ اور اب اس کی بقا بھی امام خمینیؒ کی ولایت کی جدید نسل اور آئندہ نسلوں کی پاسداری کے حدود ہیں اور اس سلسلہ میں جو چیز اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ وہ امام خمینیؒ کی اصل معرفت اور شناخت ہے اور نسلوں کا آپ سے محبت کرنا اور عشق اور لگاؤ رکھنا ہے ۔ خود اہلبیتؑ کی بہار ولایت مطلقہ اور ولایت الٰہی میں داخل ہونے کا بہترین ذریعہ اور باب ہے، بنا بر این انقلاب کا تسلسل اور اس کی بقا یہ ہے کہ موجود اور آئندہ نسل امام کے طرز عمل کی طرف رواں دواں ہو، یعنی امام کی انسان شناسی اور آپ کا اسلام کے بارے میں نظریہ، آپ کا جوش و ولولہ ، شجاعت، پختگی اور آزادی قوم کی ہر فرد کے اندر پائی جائے۔ اس وقت معاشرہ کے قائدین اور تربیتی اور سیاسی رہنماؤں کو ان لوگوں کے درمیان سے منتخب ہوں جو امام خمینیؒ کے ساتھ سب سے زیادہ ہم آہنگ اور شخصیتی تعلقات رکھتا ہو۔ دوسری لفظوں میں جو لاپرواہ ایمانی اور انقلاب حس سے خالی یا اسلامی رہبریت اور مدیریت کی نسبت بے خبر افراد انقلاب کی سیاسی ، معنوی اور فکری قیادت کی کلیدی اور غیر کلید منصبوں پر فائز ہوں گے۔ تو اسلامی پیکر میں غیر سالم خون پیدا کرنے بلکہ خون کے شریانوں کو قطع کرنے کے سوا کچھ نہیں کریں گے۔ بنا بر این اصلی نظام کے مدیر حضرات امام کی طرح فکر کریں اور خمینیؒ کے مانند عمل پیرا ہوں، لیکن منتقل کرنے والے شریانوں کے فاسد ہونے اور کٹے ہونے کی وجہ سے۔ حیاتی سرمایہ اعلی منصب داروں کے اندر باقی رہے گا اور معاشرے کے عظیم حصہ اس سے محروم اور بے فیض رہ جائے گا پھر ایسی صورت میں اسلامی انقلاب میں خون کی کمی اور بلند و بالا اقدار کے بد شکل ہونے کی آفت سے دوچار ہوگا۔ تو پھر کیا کرنا چاہئے؟

اس کا جواب واضح ہے، حضرت امام علیؑ اولیاء کے کردار کی توصیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بھم علم الکتاب و بہ علموا'' قرآن ان کے ذریعہ پہچانا جائے گا اور وہ لوگ قرآن سے عالم ہوئے ہیں۔ ''بھم قام الکتاب و بہ قاموا'' قرآن ل معاشہ میں ان کے ذریعہ قیام کرتا ہے اور وہ لوگ قرآن کے زریعے کھڑے ہوئے ہیں۔ پس معاشرہ میں قرآن کا اجراء اور نفاذ اولیائے الٰہی کے وجود سے وابستہ ہے؛ یعنی اداری، تعلیمی اور تربیتی منصوبوں اور پوسٹوں پر خمینیؒ افکار اور خیالات کے حامل افراد فائز

ہوں کہ سب سے پہلے اپنے ملک وجود پر مسلط ہوئے ہوں اس کے بعد احکام الٰہی کے نفاذ کا ذریعہ بنیں۔

اسی بناء پر اسلامی انقلاب میں بقاء کے لئے مندرجہ اصول کی رعایت ضروری ہے:

ا۔سب سے پہلے ہم اس اصل پر یقین رکھیں کہ انقلاب کے آخری خوابوں کو پورا کرنے کے لئے (کہ نسل اور خدا پسند نسلوں اور کامل قرآنی انسانوں کی تربیت ہے) امام خمینیؒ کی راہ و روش فکر و نظر کو رائج اور عام کرنے کے (ولایت فکری) معنوی ولایت کی حفاظت اور اس کا احیاء اور امام کی عرفانی کشش اور آپ کی مدیریت اور انسانی استعداد اور صلاحیتوں میں رہبری کے ارکان واصول کو عملی جامہ پہنانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

۲۔انقلاب کی بقا کی ڈگر اور اس کی آرزو کو معین کرنے کے بعد اداری نظام کے طریقوں، حوزوی تعلیم و تربیت اور یونیورسٹی و کالج سیسٹم اور دیگر تمام علمی اور ہنری مراکز کے نظام خمینی مانند نسلوں کو سمت اور سو دینے کے لئے اسباب فراہم کریں؛ دوسری لفظوں میں، تعلیم و تربیت کے مراکز کی ذمہ داری اور رسالت یہ ہے کہ اپنے اداری نظام، اساتذہ کا انتخاب، تعلیمی وتربیتی روشیں کو اسلامی انقلابوں کے خوابوں اور مقاصد سے کہ عاقل انسانوں اور اسلام اور اہلبیت علیہم السلام کے عارف کی تربیت ایمانی، انقلابی اور ولولہ انگیز روح کے احیاء کی مالک ہے کو ایک کریں۔لاپرواہی، مغرب پرستی، حسن پرستی، دنیا طلبی اوز بے رحمی کو انقلابی اداروں میں تحمل نہ کریں۔ جیسا کہ اجراء کرنے والے افراد کی ذمہ داری اور رسالت یہ ہے کہ سب سے پہلے خمینیؒ مزاج توانائیوں اور معاشرہ کی شناسائی کریں۔اور لاپرواہ، بے خیال توانائیوں کا جاگزیں کریں یا پھر ایسے افراد کو ان جگہوں سے دور رکھیں۔اور اگر کمی ہو تو تعلیمی اور تربیتی مراکز کی مدد سے ان کی تربیت کے لئے اقدام کریں۔اصول طور پر لاپرواہ اساتذہ، مسؤلین اور ذمہ داروں اور مدیروں کا وجود یا ایک پہلو کا حامل ہونا اس مجموعہ میں امام خمینیؒ اور اسلامی انقلاب کے نہ ہونے کے معنی میں ہے؛ جس کا نتیجہ انقلاب سے دور کے سوا کچھ نہیں ہے۔

۳۔چونکہ امام خمینیؒ کے ساتھ نسلوں کو ایک کرنے کا واسطہ اور سبب اللہ کے حامل اولیاء اور انبیاء کی شناخت کرانے اور کرنے اور اس عظیم ہستی کی پہچان کرانے اور ان کی محبت میں ہے لہٰذا ملک کا تعلیمی اور تربیتی نظام اور مدیریت شخصیت اور اہلبیتؑ کی ثقافت کے تعارف اور امام خمینیؒ کی شخصیت کے پہچان کرانے اور حقیقت بتانے اور ان سے محبت کے اسباب ایجاد کرنے میں ہے۔کیونکہ انتظار فرج ثقافت کی ترویج، اہلبیت کی قبروں کی زیارت، امام حسینؑ کی عزاداری، اہلبیت علیہم السلام اور امام خمینیؒ کے چاہنے والے دانشوروں اور ہنر رکھنے والوں کی تشویق کے لئے شائستہ قدم اٹھایا جائے؛ کیونکہ اہلبیت علیہم السلام سے محبت کہ ولایت نبوی کی توسیع اور اس کا ایک روشندان ہے شیعہ اور اہل سنت کے تمام فرقوں کے نزدیک مسلم اور متفقہ ہے۔

پس اپنے سارے کلیدی کردار کی وجہ سے ہے دعائم الاسلام کی احادیث میں ولایت تمام فرائض کی اساس اور کلید شمار کی گئی ہے۔اور رسول اکرمؐ نے بھی ایک حدیث میں امت کی صلاح اور اس کے فساد کو فکری رہبروں اور سیاسی اور اجتماعی قائدین کے صلاح اور فاسد ہونے میں قلمداد کیا ہے۔ فکری اور اجتماعی قائدین امت کا مغز اور اس کے پیکر کا سر ہیں۔ ولایت الٰہی ان کے ذریعہ

امت کے دفاع میں منتقل ہوتی ہے۔ پس امام خمینیؒ جیسا ہونا، لاپرواہی اور ایک طرفہ ہونا اسلامی انقلاب کی سرنوشت کو معین کرتا ہے۔

مرحوم جلال احمد لکھتے ہیں: اس انقلاب اور تبدیلی کے دور میں ہمیں ایسے انسانوں کی ضرورت ہوتی ہے جو شخصیت، ماہر، سرعت پسند اور اصولی ہوں، اس قسم کے مغرب پرست جو ہم نے شمار کیا ہے اور نہ ہی وہ انسان جو معلومات کا خزانہ ہیں یا ہر کام کے ہیں یا بیکار ہیں۔ یا صرف نیک انسان ہیں جو سر جھکا کر راستہ چل دینے والے ہیں یا سازش کرنے والے پر سکون لوگ ہیں یا باتیں سننے والے، ایسے لوگ رہے ہیں کہ جو تاریخ نے اب تک ہمیں قلمداد کی ہے اور یہی ہمارے لئے کافی ہے[1]۔

دوسرے پیراگرف میں: "وہ مہارت جو یورپ والے پرورش کرتے ہیں، شخصیت (ہویت) کے حامل نہیں ہے اور ہمیں ٹھیک اسی جگہ سے شروع کرنا چاہیئے؛ جہاں سے با شخصیت ماہر پرورش کریں، کیا ہماری ثقافت ایسے انسانوں کی تربیت کرنے کے قابل ہے؟ اور اگر نہیں ہے تو کیوں؟ اور کہاں پر عیب ہے؟ اسی کو تلاش کرکے برطرف کرنا چاہیئے[2]۔

اس بنا پر مرحوم آل احمد، مغرب پرستی اور اغیار کے تسلط سے رہائی اور نجات کے لئے راستوں کی شناسائی کی یا پھر ماہر با شخصیت انسانوں کی تربیت کرنے کی کوشش کی ہے اور اب ہم اپنے ملک کو نجات دلانے کی راہ کو اسلامی انقلاب کی بقا میں اور انقلاب کی بقا کو ولایت اہلبیتؑ اور امام خمینیؒ (اسلام کی ارمانی انسان کا عینی نمونہ کے طور پر) کی استمرار کے مرھون منت جانتے ہیں کہ اس تک رسائی کا طریقہ اور امام خمینیؒ کی طرح انسانوں کی تربیت کی روش اور مدیریت کی باگ اور دوڑ اور معاشرہ کی تعلیم وتربیت ان لوگوں کے حوالہ کرنا ہے۔

---

[1]۔ مغرب پرستی، ص ۲۱۶۔

[2]۔ وہی، ص ۲۱۷۔